ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3908

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت اسٹڈیز)

کورس: جغرافیۂ سیرت (3908) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت اسٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (بوٹ: 1-4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: جغرافیہ اور جغرافیۂ سیرت کا مفہوم؛ جزیرہ نمائے عرب کی قدیم و جدید تقسیم (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ جغرافیہ اور جغرافیہ سیرت کا مفہوم بیان کریں اور جزیرہ نمائے عرب کی قدیم و جدید تقسیم کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ صرف واقعات کی ترتیب کا نام نہیں ہے؛ یہ ان مقامات، راستوں، وادیوں، پہاڑوں، بازاروں اور بستیوں کو سمجھنے کا بھی نام ہے جن میں وہ واقعات پیش آئے۔ جس طرح کسی تاریخی واقعے کو اس کے زمانے کے بغیر پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا، اسی طرح سیرت کے واقعات کو اس خطے کی زمین، موسم اور فاصلے جانے بغیر بھی مکمل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہی ضرورت "جغرافیۂ سیرت" کے مستقل موضوع کو جنم دیتی ہے۔ اس سوال میں پہلے جغرافیہ کا عمومی مفہوم بیان کیا جائے گا، پھر جغرافیۂ سیرت کی تعریف اور اہمیت واضح کی جائے گی، اور آخر میں جزیرہ نمائے عرب کی قدیم اور جدید تقسیم کو تفصیل سے پیش کیا جائے گا۔

جغرافیہ کا مفہوم

لفظ "جغرافیہ" اصل میں یونانی ماخذ سے آیا ہے جس کے اجزا کا مطلب زمین اور اس کی بیان و تصویر کشی لیا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر جغرافیہ وہ علم ہے جو زمین کی سطح، اس کے خطوں، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، آب و ہوا، مٹی، نباتات، حیوانات اور انسانی آبادیوں کی تقسیم اور ان سب کے باہمی تعلق کا مطالعہ کرتا ہے۔ جغرافیہ کی دو بڑی شاخیں ہیں: طبعی جغرافیہ، جو زمین کی ساخت، موسم، بارش، پانی اور قدرتی وسائل کا جائزہ لیتا ہے؛ اور انسانی جغرافیہ، جو آبادی، بستیوں، قبائل، زبانوں، معیشت، تجارت اور ثقافت کی جغرافیائی تقسیم کو دیکھتا ہے۔ سیرت کے مطالعے میں دونوں شاخیں کام آتی ہیں، کیونکہ ہجرت کا راستہ طبعی زمین سے بھی جڑا ہے اور مکہ و مدینہ کی معاشرت انسانی جغرافیے سے بھی۔

جغرافیہ محض مقامات کے نام رٹنے کا علم نہیں ہے۔ یہ "کہاں" کے ساتھ "کیوں وہیں" کا سوال بھی اٹھاتا ہے۔ مثال کے طور پر مکہ ایک خشک وادی میں آباد ہوا مگر تجارتی قافلوں کے راستوں کے سنگم پر ہونے اور بیت اللہ کی مرکزیت کی وجہ سے پورے عرب کا دینی و تجارتی مرکز بن گیا۔ یہ فرق سمجھنا جغرافیے ہی سے ممکن ہے کہ ایک بستی زرخیز نہ ہونے کے باوجود تاریخی اہمیت میں دوسری زرخیز بستیوں سے آگے نکل جائے۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے باغات، کنویں اور وادیاں اس کی دفاعی اور معاشی حیثیت کو واضح کرتی ہیں۔ پس جغرافیہ سیرت کے طالب علم کے لیے پس منظر نہیں بلکہ واقعے کی تفہیم کا ایک جزو ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

جغرافیہ سیرت کا مفہوم اور اہمیت

جغرافیۂ سیرت سے مراد وہ مطالعہ ہے جس میں سیرتِ نبوی ﷺ سے متعلق مقامات، خطوں، راستوں، مسافتوں، قبائل کے مسکنوں، غزوات و سرایا کے میدانوں، بازاروں، وفود کے علاقوں اور مکاتیب کے مقاصد کو جغرافیائی ترتیب اور نقشے کی مدد سے سمجھا جائے۔ اس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا محلِ وقوع، ہجرت کا راستہ، بدر و احد و خندق کے میدان، حنین و طائف کی وادیاں، خیبر اور تبوک کی سمت و فاصلے، اور عرب کے مختلف قبائل کی سکونت گاہیں سب شامل ہیں۔ سیرت کی قدیم کتب میں بھی مقامات کی یہ معلومات بکھری ہوئی ملتی ہیں اور بعد کے ادوار میں باقاعدہ ”معالمِ سیرت“ اور اٹلسِ سیرت جیسی تصانیف اسی ضرورت کی تکمیل ہیں۔

اس علم کی اہمیت کئی جہتوں سے ہے۔ اول، یہ واقعات کی ترتیب اور فاصلے کو درست سمجھاتا ہے؛ مثلاً مدینہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے، اسی لیے قریش کے تجارتی قافلے اور مدینے کے درمیان اس مقام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ دوم، یہ حکمتِ عملی کو سمجھاتا ہے؛ احد میں پہاڑ اور درّے کی پوزیشن جانے بغیر تیر اندازوں والی ہدایت کا پس منظر ادھورا رہتا ہے۔ سوم، یہ قبائلی سیاست کو روشن کرتا ہے؛ قبائل کے مسکن جان کر ان کے باہمی تعلقات، معاہدے اور مخالفت کی جغرافیائی وجوہ سمجھ میں آتی ہیں۔ چہارم، یہ دعوت کے پھیلاؤ کا نقشہ بناتا ہے؛ وفود کن علاقوں سے آئے اور مکاتیب کن سمتوں میں گئے، یہ دیکھ کر دعوت کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس لیے جغرافیۂ سیرت مطالعۂ سیرت کی ایک معاون نہیں، تکمیلی شرط ہے۔

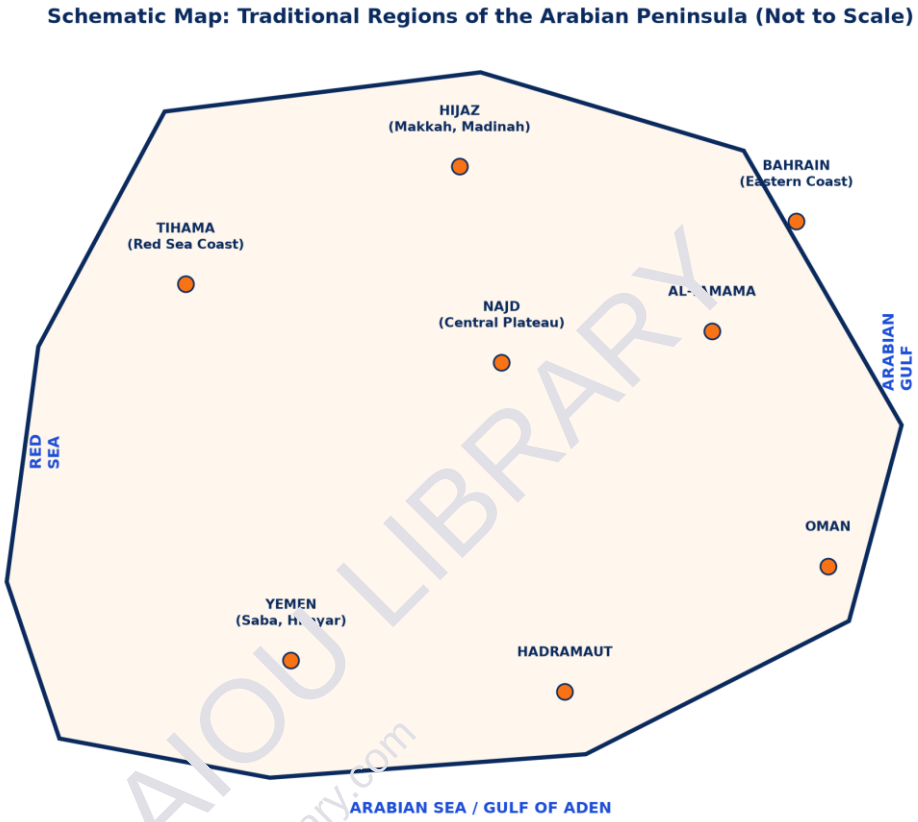

شکل 1: جزیرہ نمائے عرب کے روایتی خطوں کا خاکہ نقشہ (پیمانے کے مطابق نہیں)۔

جزیرہ نمائے عرب: عمومی محل وقوع

جزیرہ نمائے عرب دنیا کے بڑے جزیرہ نماؤں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ تین اطراف سے پانی میں گھرا ہے: مغرب میں بحیرہ احمر، جنوب میں بحیرہ عرب اور خلیج عدن، اور مشرق میں خلیجِ عرب (خلیجِ فارس) اور خلیجِ عمان؛ جبکہ شمال میں یہ شام اور عراق کی سرزمین سے جا ملتا ہے، اسی لیے اسے مکمل جزیرہ نہیں بلکہ "جزیرہ نما" یعنی شبہ جزیرہ کہا جاتا ہے۔ اس کا زیادہ تر حصہ صحرا اور بلند سطحِ مرتفع پر مشتمل ہے، مغربی کنارے کے ساتھ پہاڑی سلسلہ چلتا ہے، جنوب میں یمن کی زرخیز وادیاں اور پہاڑ ہیں، اور اندرون میں نجد کا وسیع پٹھاری خطہ اور ربع الخالی کا عظیم ریگستان پھیلا ہوا ہے۔ یہی طبعی صورت سیرت کے دور کی زندگی، سفر اور تجارت کو سمجھنے کی کنجی ہے۔

قدیم تقسیم

قدیم اور کلاسیکی تقسیم میں جزیرہ نمائے عرب کو عموماً ان بڑے خطوں میں بیان کیا جاتا ہے: (1) حجاز: مغربی ساحلی پٹی کے ساتھ واقع خطہ جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور طائف شامل ہیں؛ حجاز کو نجد سے جدا کرنے والی پہاڑی رکاوٹ ہی اس کے نام کی ایک مشہور توجیہ بیان کی جاتی ہے۔(2) نجد: اندرونی بلند پٹھار، جو "بلند زمین" کے معنی دیتا ہے؛ قبائلی زندگی اور چراگاہوں کا بڑا مرکز۔(3) تہامہ: بحیرۂ احمر کے کنارے کی نچلی، گرم ساحلی پٹی۔(4) یمن: جنوب مغربی زرخیز خطہ، بارش اور وادیوں کی وجہ سے نسبتاً سرسبز؛ قدیم ریاستوں سبا و حمیر کا گھر۔(5) حضرموت: جنوبی ساحل کی وادیوں والا خطہ، لبان کی تجارت کے لیے مشہور۔(6) عمان: جنوب مشرقی سرا، سمندری تجارت اور موتیوں و تانبے کے لیے معروف۔(7) یمامہ: مشرقی وسطی خطہ، غلّے اور کھجور کے لیے مشہور۔(8) بحرین (قدیم جغرافیائی معنی میں): مشرقی ساحلی پٹی، جس میں آج کے الاحساء و قطیف اور جزیرہ بحرین کے علاقے شامل سمجھے جاتے تھے۔(9) العروض اور صحرائی حصّے جن میں ربع الخالی اور نفود و دہنا کے ریگستان آتے ہیں۔ یونانی و رومی جغرافیہ دانوں نے بھی عرب کو تین حصّوں میں بانٹا تھا: پتھریلا عرب (شمال مغربی، رومی اثر والا)، صحرائی عرب، اور خوشحال / زرخیز عرب (جنوبی یمن وغیرہ) — یہ تقسیم ان کی بیرونی نظر کی عکاس تھی۔

جدول 1: جزیرہ نمائے عرب کی قدیم اور جدید تقسیم کا خلاصہ

تقسیم	اہم خطے / ریاستیں	نمایاں خصوصیات
قدیم خطے	حجاز، نجد، تہامہ، یمن، حضرموت، عمان، یمامہ، بحرین (مشرقی ساحل)	قبائلی مسکن، وادیاں، تجارتی راستے اور قدیم ریاستیں
جدید ریاستیں	سعودی عرب، یمن، عمان، متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین، کویت	جدید قومی ریاستیں؛ سعودی عرب سب سے بڑا حصّہ

شمال میں صحرا کا تسلسل	اردن و عراق کے جنوبی صحرائی حصّے طبعی سلسلے میں شامل گنے جاتے ہیں	شمولیتی علاقے

جدید تقسیم

جدید سیاسی تقسیم میں جزیرہ نمائے عرب کا بیشتر حصّہ مملکتِ سعودی عرب پر مشتمل ہے جس میں قدیم حجاز، نجد، عاصیر اور مشرقی صوبہ (قدیم بحرین و یمامہ کا بڑا حصّہ) شامل ہیں۔ جنوب مغرب میں یمن ہے جس میں قدیم سبا و حمیر و حضر موت کے علاقے آتے ہیں۔ جنوب مشرق میں سلطنتِ عمان، اس کے شمال میں متحدہ عرب امارات، خلیج کے کنارے قطر اور جزیرہ نما ریاست بحرین، اور شمال مغربی سرے پر کویت واقع ہے۔ یہ جدید ریاستی سرحدیں بیسویں صدی کی سیاسی تاریخ کی پیداوار ہیں، جبکہ قدیم خطّے طبعی اور قبائلی بنیادوں پر بنے تھے۔ سیرت کے مطالعے میں قدیم تقسیم ہی زیادہ کارآمد ہے، کیونکہ واقعات قبائل، وادیوں اور شہروں کے حوالے سے پیش آئے، جدید صوبائی و قومی سرحدوں کے حوالے سے نہیں۔ تاہم طالب علم کے لیے دونوں کا تقابل ضروری ہے تاکہ قدیم مقام کو آج کے نقشے پر تلاش کیا جا سکے۔

قدیم و جدید تقسیم کا باہمی تعلق اور سیرت سے ربط

دونوں تقسیموں کو ملا کر پڑھنے سے چند اہم سبق ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ طبعی خطے آج بھی وہی ہیں: حجاز کے پہاڑ، نجد کا پٹھار، یمن کی وادیاں اور ربع الخالی کا صحرا جدید ریاستوں کے اندر بھی اپنی جغرافیائی شناخت رکھتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ سیرت کے کلیدی مقامات کا بڑا حصّہ حجاز میں ہے — مکہ، مدینہ، بدر، احد، خیبر — اس لیے کورس کی جغرافیائی توجہ فطری طور پر حجاز پر مرکوز رہتی ہے۔ تیسرا یہ کہ دعوت کا دائرہ پورے جزیرہ نما تک پھیلا: وفود یمن، یمامہ، عمان اور بحرین سے آئے اور مکاتیب جزیرے سے باہر روم و فارس تک گئے۔ اس وسعت کو سمجھنے کے لیے قدیم خطوں کی پہچان ناگزیر ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ جغرافیہ زمین اور انسان کے باہمی تعلق کا علم ہے اور جغرافیۂ سیرت اسی علم کا وہ خصوصی استعمال ہے جو سیرتِ طیبہ کے مقامات و واقعات کو زمینی پس منظر میں سمجھاتا ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی قدیم تقسیم — حجاز، نجد، تہامہ، یمن، حضرموت، عمان، یمامہ اور مشرقی ساحل — قبائلی و طبعی بنیادوں پر تھی، جبکہ جدید تقسیم سعودی عرب سمیت سات ریاستوں پر مبنی سیاسی تقسیم ہے۔ سیرت کا طالب علم جب دونوں کو ساتھ رکھ کر پڑھتا ہے تو واقعات اس کے سامنے صرف سنے ہوئے قصے نہیں رہتے بلکہ نقشے پر ابھرتی ہوئی زندہ تاریخ بن جاتے ہیں۔ یہی اس موضوع کا بنیادی فائدہ اور اس سوال کا حاصل ہے۔

سوال نمبر 2: جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ، آبادی، موسم، پھل اور معدنیات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ، آبادی اور موسم کیسا ہے؟ نیز یہاں پیدا ہونے والے پھل اور معدنیات تفصیل سے تحریر کریں۔ (20)

تعارف

جزیرہ نمائے عرب کی طبعی حقیقت — اس کا وسیع رقبہ، کم اور بکھری ہوئی آبادی، گرم و خشک موسم، اور مخصوص پیداوار — سیرت کے دور کی زندگی کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔ یہ خطہ دنیا کے خشک ترین خطوں میں ہے، مگر اسی خشکی نے یہاں کے انسان کو سفر، صبر، مہمان نوازی، پانی کی قدر اور قافلہ تجارت کی مہارت سکھائی۔ اس سوال میں رقبہ و آبادی کا جائزہ، موسم کی تفصیل، اور پھر پھلوں اور معدنیات کی صورت میں اس خطے کی پیداوار کو منظم انداز میں پیش کیا جائے گا۔ جدید اعداد و شمار صرف موازنے کے لیے دیے جائیں گے؛ اصل توجہ اس ماحول پر رہے گی جس میں سیرت کے واقعات پیش آئے۔

رقبہ اور حدودِ اربعہ

جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ تقریباً بتیس لاکھ مربع کلومیٹر (تقریباً بارہ لاکھ مربع میل) بیان کیا جاتا ہے، اور یہ دنیا کے بڑے جزیرہ نماؤں میں سب سے نمایاں شمار ہوتا ہے۔ اس کی لمبائی شمال سے جنوب تک اور چوڑائی مشرق سے مغرب تک ہزاروں کلومیٹر پر پھیلی ہے۔ حدود یہ ہیں: مغرب میں بحیرہ احمر اسے افریقہ سے جدا کرتا ہے؛ جنوب میں بحیرہ عرب اور خلیجِ عدن ہے؛ مشرق میں خلیجِ عرب اور خلیجِ عمان اس کے ساحل کو چھوتی ہیں؛ اور شمال میں شام و عراق کی سرزمین اور صحرائے شام اس کی سرحد بنتی ہے۔ اس وسیع رقبے کا بیشتر حصّہ صحرا ہے: شمال میں نفود، درمیان میں دہنا کی لمبی پٹی، اور جنوب میں ربع الخالی — دنیا کے بڑے متصل ریتیلے صحراؤں میں سے ایک — پھیلا ہوا ہے۔ آبادی کے قابل اور زرعی حصّے وادیوں، نخلستانوں اور جنوبی پہاڑی علاقوں تک محدود تھے، جس سے آبادی کی تقسیم کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

آبادی: نوعیت اور تقسیم

قدیم عرب کی آبادی جدید معنوں میں گنی ہوئی مردم شماری سے معلوم نہیں؛ اس کا اندازہ شہروں، قبائل اور وادیوں کی تفصیل سے لگایا جاتا ہے۔ یقینی بات یہ ہے کہ آبادی کم، منتشر اور پانی کے چشموں و کنوؤں کے گرد سمٹی ہوئی تھی۔ آبادی کی دو بڑی صورتیں تھیں: حضر یعنی شہروں و بستیوں کے مستقل باشندے — مکہ، یثرب (مدینہ)، طائف، صنعاء، مأرب وغیرہ کے رہنے والے — اور بدو یعنی صحرا نشین خانہ بدوش قبائل جو موسم اور چراگاہ کی تلاش میں منتقل ہوتے رہتے تھے۔ سیرت کے واقعات میں یہ دونوں طبقے سامنے آتے ہیں: قریش شہری تاجر ہیں، جبکہ بنو سعد جیسے قبائل صحرائی زندگی اور بچوں کی پرورش کے ماحول کے حوالے سے آتے ہیں۔ جدید دور میں آبادی تیل کی معیشت، شہری توسیع اور نقل مکانی سے کروڑوں تک پہنچ چکی ہے اور زیادہ تر ساحلی و بڑے شہروں میں مرکوز ہے، مگر سیرت کے مطالعے کے لیے قدیم منتشر قبائلی آبادی کا نقشہ ہی اصل ہے۔

جدول 1: رقبہ، آبادی اور موسم کا خلاصہ

سیرت کے مطالعے میں اہمیت	تفصیل	پہلو

طویل تجارتی وسفری فاصلے	تقریباً32لاکھ مربع کلومیٹر؛ تین طرف سمندر	رقبہ
قبائلی ساخت ووفود کا پس منظر	قدیم: کم، منتشر، نخلستانوں وشہروں کے گرد؛ حضر و بدو	آبادی
قافلوں کے موسمی سفر (رحلۃ الشتاء والصیف کی روایت)	گرم وخشک؛ بارش قلیل؛ جنوب میں مون سون اثر	موسم
بستیوں اور لشکر گاہوں کا محل وقوع	کنویں، چشمے، وادیاں؛ زمزم و مدینہ کے کنویں مشہور	پانی

موسم و آب وہوا

جزیرہ نمائے عرب کا موسم مجموعی طور پر گرم اور خشک ہے۔ گرمیوں میں اندرونی صحرائی علاقوں میں درجہ حرارت نہایت بلند ہو جاتا ہے اور خشک گرم ہوائیں چلتی ہیں؛ سردیوں میں دن معتدل اور راتیں خصوصاً بلند علاقوں میں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ بارش مجموعی طور پر بہت کم اور بے قاعدہ ہے؛ بعض علاقوں میں سال بھر میں چند انچ سے بھی کم بارش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مستقل دریا اس خطے میں نہیں ملتے — اس کی جگہ "وادیاں" ہیں جن میں بارش کے بعد وقتی سیلاب بہتا ہے، جیسے وادیِ عقیق اور وادیِ فاطمہ وغیرہ۔ اس کے برعکس یمن کے پہاڑی علاقوں میں مون سون بارشوں سے نسبتاً بہتر زراعت ممکن تھی، اور طائف کی بلندی اسے گرمیوں میں معتدل بناتی تھی — اسی لیے طائف اہلِ مکہ کے لیے موسمِ گرما کی پناہ اور باغات کا شہر تھا۔ مکہ کی وادی بنجر اور گرم تھی جہاں زراعت نہ ہونے کے برابر تھی، جبکہ مدینہ منورہ کھجور کے باغات و کنوؤں کی وجہ سے زرعی بستی تھی۔ یہی موسمی و طبعی فرق قرآن و سیرت کے اس پس منظر کو روشن کرتا ہے جس میں مکہ کے قافلے سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کی طرف جاتے تھے — اس تجارتی ترتیب کا ذکر سورۂ قریش میں موضوع بنا ہے (حوالہ: سورہ قریش 106)۔

یہاں پیدا ہونے والے پھل

خشکی کے باوجود جزیرہ نمائے عرب کی وادیاں اور نخلستان مخصوص پھلوں کے لیے مشہور تھے۔ سب سے نمایاں کھجور ہے: مدینہ، خیبر، یمامہ اور حضرموت کی کھجور قدیم عرب کی غذا، تجارت اور زادِ راہ کی بنیاد تھی؛ سفر و جنگ میں سوکھی کھجور بہترین زادِ راہ تھی اور سیرت کے متعدد مواقع پر اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ دوسرا اہم پھل انگور ہے، خاص طور پر طائف کے انگور مشہور تھے اور وہاں کے باغات شہر کی پہچان تھے۔ انار بھی طائف و یمن میں پیدا ہوتا تھا۔ انجیر اور زیتون کا تعلق زیادہ تر شمالی عرب و شام کی سرحدی پٹی سے تھا۔ یمن کی وادیوں میں کیلا اور دوسرے گرم خطے کے پھل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ نبق (بیری)، تربوز و خربوز جیسی موسمی پیداوار اور سدا بہار لیموں کی بعض اقسام کا ذکر بھی ملتا ہے۔ غلّے میں جَو و گندم یمامہ اور یمن سے آتے تھے، اور شہد — خاص طور پر یمن کا شہد — قیمتی پیداوار تھا۔ لبان اور مرّ (لوبان و گوند کی خوشبو دار پیداوار) اگرچہ پھل نہیں، مگر جنوبی عرب کی سب سے قیمتی "پیداوار" تھی جس کی تجارت نے سبا و حمیر کو مالا مال کیا؛ مالا جات کی عالمی تجارت کے راستے اسی خطے سے گزرتے تھے۔

معدنیات

قدیم عرب میں معدنی پیداوار محدود مگر اہم تھی۔ سونے کی کانوں میں حجاز کی "مہد الذہب" (سونے کا گہوارہ) قدیم زمانے سے مشہور رہی ہے اور اس خطے میں سونے و چاندی کی کان کنی کی روایت بیان کی جاتی ہے۔ عمان تانبے کے لیے قدیم دنیا میں معروف تھا؛ وہاں سے تانبا برآمد ہوتا تھا اور اس کی صنعتیں قائم تھیں۔ لوہے کی پیداوار یمن وغیرہ میں بیان کی جاتی ہے جس سے ہتھیار و اوزار بنتے تھے — سیرت کے دور میں تلواروں و زرّہوں کی مقامی و درآمدی دونوں صورتیں ملتی ہیں۔ نمک کے ذخائر بھی اہم تھے اور خوراک و تجارت دونوں میں کام آتے تھے۔ مشرقی ساحل اور بحرین و عمان کے پانیوں سے موتی نکالے جاتے تھے جو قیمتی برآمد تھے۔ قیمتی پتھروں میں یمنی عقیق کی شہرت دور دور تک تھی۔ جدید دور میں اسی سرزمین کے نیچے پٹرولیم اور قدرتی گیس کے عظیم ذخائر دریافت ہوئے جنہوں نے خطے کی معیشت بدل دی، مگر سیرت کے دور میں دولت کی بنیاد تجارت، زراعتِ وادی اور لبان و کھجور جیسی پیداوار تھی، معدنی تیل نہیں — یہ فرق تاریخی دیانت کے لیے نوٹ کرنا ضروری ہے۔

پیداوار اور سیرت کی زندگی کا تعلق

ان طبعی حقائق کو سیرت سے جوڑیں تو کئی منظر واضح ہو جاتے ہیں۔ کھجور کا زادِ راہ ہونا سرایا و غزوات کے سفروں کو، طائف کے باغات دعوت کے سفر طائف کے پس منظر کو، اور یمامہ کا غلّہ قحط یا بندش کی صورت میں اہلِ مکہ کی پریشانی کو سمجھاتا ہے — سریۂ عبداللہ بن جحش سے لے کر اہلِ یمامہ کے ثمامہ بن اثال کے واقعے تک، غذائی رسد جغرافیے سے جڑی ہے۔ اسی طرح سونے و تانبے جیسی معدنیات قبائل کی معیشت اور ہتھیار سازی کی بنیاد تھیں۔ پس رقبہ، آبادی، موسم، پھل اور معدنیات کا یہ مطالعہ سیرت کے معاشی و عسکری پس منظر کا نقشہ فراہم کرتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب رقبے میں وسیع، آبادی میں قدیم طور پر کم و منتشر، اور موسم میں گرم و خشک خطہ تھا جس میں زندگی پانی کے گرد سمٹی تھی۔ اس کی پہچان کھجور، انگور و انار جیسے پھل، لبان کی قیمتی تجارت، اور سونا، تانبا، لوہا، نمک، موتی اور عقیق جیسی معدنی و قدرتی دولت تھی۔ یہی وہ طبعی و معاشی بیک گراؤنڈ ہے جس میں قریش کی تجارت، مدینہ کی زراعت، قبائل کی خانہ بدوشی اور سیرت کے سفری و عسکری واقعات کو سمجھا جانا چاہیے۔ زمین کو جانے بغیر اس زمین پر پیش آئی تاریخ ادھوری رہتی ہے؛ یہی اس سوال کا مرکزی سبق ہے۔

سوال نمبر 3: عرب کی قدیم اقوام — عربِ بائدہ اور عربِ باقیہ (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ عرب کی قدیم اقوام (عربِ بائدہ اور عربِ باقیہ) کون سی ہیں؟ ان کا مختصر تعارف اور جغرافیائی محلِ وقوع بیان کریں۔ (20)

تعارف

عرب قوم کی تاریخ اسلام سے صدیوں پہلے تک پھیلی ہوئی ہے۔ مؤرخین اور نسب دانوں نے جزیرہ نمائے عرب کے قدیم باشندوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا ہے: عربِ بائدہ، وہ قدیم اقوام جو اسلام سے پہلے ہی صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور جن کی صرف خبریں و آثار باقی رہے؛ اور عربِ باقیہ، وہ اقوام جن کی نسل و قبائل اسلام کے زمانے تک باقی رہے اور جنہی سے آج کے عرب قبائل کی کڑیاں ملتی ہیں۔ اس سوال میں دونوں گروہوں کا مختصر تعارف اور ان کا جغرافیائی محل وقوع بیان کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ قدیم اقوام کی تفصیلات میں روایات کا بڑا دخل ہے؛ اس لیے بیان تعلیمی و تاریخی دائرے میں لیا جا رہا ہے، اور جہاں روایات میں اختلاف ہے وہاں اس کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

عربِ بائدہ: معنی اور عمومی تعارف

"بائدہ" کے معنی ہیں مٹ جانے والی، ہلاک ہو جانے والی۔ عربِ بائدہ سے مراد وہ قدیم ترین عرب اقوام ہیں جو جزیرے کے مختلف حصّوں میں آباد تھیں مگر قدرتی آفات، جنگوں یا ان روایات کے مطابق جن میں آسمانی عذابوں کا ذکر آتا ہے، آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں اور ان کا نام و نشان قصّوں و آثار تک محدود رہ گیا۔ ان میں عاد، ثمود، طسم، جدیس، جرہم اولیٰ، عملاق (عمالیق)، عبیل، حضور اور امیم جیسی اقوام کے نام لیے جاتے ہیں۔ ان اقوام کا ذکر قرآن مجید میں بھی بطور عبرت آیا ہے — خاص طور پر عاد و ثمود کا تذکرہ متعدد سورتوں میں ہے — مگر قرآن کا مقصد ان کی مکمل تاریخی تفصیل نہیں، اخلاقی عبرت ہے؛ اس لیے طالب علم کو چاہیے کہ وہ قرآنی اشارات اور مؤرخین کی تفصیلی روایات کو الگ الگ درجے میں رکھے اور کسی روایت کو قطعی تاریخی سند کے بغیر حتمی نہ سمجھے۔

اہم بائدہ اقوام اور ان کا محلِ وقوع

عاد: یہ قوم جنوبی عرب میں احقاف کے علاقے — حضرموت و مہرہ کے درمیان ریت کے ٹیلوں والی سرزمین — میں آباد بیان کی جاتی ہے۔ احقاف کا لفظی مطلب ریت کے لمبے ٹیلے ہے، اور سورۂ احقاف میں اسی خطے کی طرف اشارہ ہے (حوالہ: سورہ الاحقاف 46)۔ روایات میں حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت اسی قوم کی طرف بیان کی جاتی ہے۔ عاد کی

قوت و جسمانی ساخت کی شہرت عرب ضرب الامثال میں باقی رہی۔ ثمود: یہ قوم شمال مغربی عرب میں "حجر" کے مقام پر آباد تھی — یہ مقام آج مدائنِ صالح کے نام سے مشہور ہے اور حجاز کے شمال میں العلا کے قریب واقع ہے۔ پہاڑ تراش کر بنائے گئے مکانات و مقابر کے آثار آج بھی وہاں موجود ہیں اور آثارِ قدیمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ روایات میں حضرت صالح علیہ السلام کا تعلق اسی قوم سے بیان کیا جاتا ہے (حوالہ: سورہ الحجر 15 میں اصحابِ الحجر کا ذکر)۔ طسم و جدیس: یہ دونوں اقوام یمامہ و وسطی عرب میں آباد بیان کی جاتی ہیں؛ جدیس کے ہاتھوں طسم کے ظالم حاکم کے قتل اور پھر اسان بن تبّع کے حملے کی طویل داستان عرب ایام و قصص میں مشہور ہے۔ جرہم اولیٰ و عمالیق: جرہم اولیٰ کو قدیم بائدہ میں شمار کیا جاتا ہے (بعد کی جرہم ثانیہ اس سے الگ ہے جس کا مکہ سے تعلق آتا ہے)؛ عمالیق کا ذکر شمالی حجاز، شام کی سرحد اور بعض روایات میں مصر و یمن تک پھیلے ہوئے گروہ کے طور پر آتا ہے۔

جدول 1: عربِ بائدہ کی اہم اقوام اور محلِ وقوع

قوم	بیان کردہ محلِ وقوع	نمایاں حوالہ / نوٹ
عاد	احقاف (حضرموت و مہرہ کے درمیان، جنوب)	حضرت ہودؑ کی قوم کے طور پر روایات میں ذکر
ثمود	حجر / مدائنِ صالح (شمال مغربی حجاز)	پہاڑ تراش مکانات کے آثار آج بھی موجود
طسم و جدیس	یمامہ و وسطی عرب	ایامِ عرب کی مشہور داستانیں
جرہم اولیٰ / عمالیق	حجاز و شمالی سرحدی علاقے	بعد کی جرہم ثانیہ سے الگ شمار

عربِ باقیہ: معنی اور دو بڑی شاخیں

عربِ باقیہ سے مراد وہ اقوام و قبائل ہیں جن کی نسل اسلام کے عہد تک باقی رہی۔ انہیں دو بڑے نسبی گروہوں میں بانٹا جاتا ہے۔ پہلا گروہ قحطانی عرب ہے، جنہیں "عربِ عاربہ" یعنی اصل عرب بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا اصل وطن یمن و جنوبی عرب بیان کیا جاتا ہے اور نسب قحطان سے جوڑا جاتا ہے؛ سبا، حمیر، کہلان وغیرہ اسی سلسلے کی بڑی شاخیں

ہیں، اور بعد میں ان کے کئی قبائل شمال کی طرف ہجرت کر کے حجاز و شام و عراق کی سرحدوں تک پھیل گئے — اوس و خزرج کا مدینہ میں آباد ہونا اسی جنوبی اصل سے جوڑا جاتا ہے۔ دوسرا گروہ عدنانی عرب ہے، جنہیں "عربِ مستعربہ" کہا جاتا ہے، اس لیے کہ روایت کے مطابق ان کے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام اصلاً عرب نہ تھے مگر مکہ میں آباد ہو کر، جرہم میں شادی کر کے عربی میں نشو و نما پائی اور ان کی اولاد عرب بن گئی۔ قریش، کنانہ، مضر، ربیعہ، تمیم، قیس عیلان وغیرہ اسی عدنانی سلسلے کے بڑے قبائل ہیں۔ مدینہ و مکہ کے تناظر میں سیرت کا اصل انسانی نقشہ انہی دو گروہوں — قحطانی و عدنانی — کے قبائل سے بنتا ہے۔

باقیہ قبائل کا جغرافیائی پھیلاؤ

جغرافیائی طور پر باقیہ قبائل پورے جزیرے میں پھیلے تھے۔ حجاز میں قریش و کنانہ (مکہ)، اوس و خزرج (یثرب) ثقیف (طائف) اور ہذیل وغیرہ آباد تھے۔ نجد و وسطی عرب میں تمیم، اسد، غطفان، طیّ اور قیس کے قبائل کے ڈیرے تھے۔ یمامہ میں بنو حنیفہ کا مرکز تھا۔ مشرقی ساحل پر عبدالقیس و بکر بن وائل کے قبائل تھے۔ شمال میں قضاعہ، کلب، غسان وغیرہ شام کی سرحد تک اور جنوب میں یمن کے قحطانی قبائل و ریاستیں تھیں۔ عراق کی سرحد پر لخم (منذرہ) کا اثر تھا۔ یہ قبائلی نقشہ سیرت کو سمجھنے کے لیے کلیدی ہے: وفود انہی قبائل سے آئے، سرایا انہی علاقوں کی طرف گئے، اور معاہدے و مخاصمت کا پس منظر بھی یہی قبائلی جغرافیہ تھا۔ یوں عربِ باقیہ کی یہ تقسیم محض نسب کا چارٹ نہیں بلکہ سیرت کے دور کا سیاسی و سماجی نقشہ ہے۔

بائدہ و باقیہ میں فرق اور علمی احتیاط

دونوں گروہوں کا بنیادی فرق بقا اور عدمِ بقا کا ہے: بائدہ مٹ گئیں اور ان کی خبر روایات و آثار میں رہ گئی، باقیہ کی نسل و قبائل باقی رہے اور ان سے اسلام کے دور کے عرب معاشرے کی تشکیل ہوئی۔ علمی احتیاط یہ ہے کہ بائدہ اقوام کی تفصیلات — ان کے بادشاہوں کے نام، ادوار اور داستانوں کی جزئیات — میں قصّہ گوئی اور اسرائیلی روایات کا اثر ممکن ہے؛ لہٰذا طالب علم انہیں "روایتی تاریخ" کے درجے میں رکھے۔ آثارِ قدیمہ ثمود کے حجر والے آثار جیسی بعض چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں، مگر ہر داستانی تفصیل کی تصدیق ممکن نہیں۔ اسی طرح قحطانی و عدنانی تقسیم عرب نسب دانوں کی مشہور ترتیب ہے جسے تعلیمی مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ احتیاط علمی دیانت ہے، انکار نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ عرب کی قدیم اقوام دو بڑے خانوں میں آتی ہیں: عربِ بائدہ — عاد، ثمود، طسم، جدیس، جرہم اولیٰ و عمالیق وغیرہ — جو بالترتیب احقاف، حجر، یمامہ اور حجاز و شمالی علاقوں میں آباد ہو کر مٹ گئیں؛ اور عربِ باقیہ — قحطانی (عاربہ، یمن اصل) اور عدنانی (مستعربہ، اسماعیلی سلسلہ) — جن کے قبائل پورے جزیرے میں پھیلے اور سیرت کے دور کے معاشرے کی بنیاد بنے۔ بائدہ کا مطالعہ عبرت و تاریخ، اور باقیہ کا مطالعہ سیرت کے انسانی و جغرافیائی پس منظر کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ دونوں کو محلِ وقوع کے ساتھ یاد رکھنا اس کورس کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

سوال نمبر 4: قدیم عرب ریاستیں — سبا اور حمیر: تعارف، تاریخ اور جغرافیہ (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ قدیم عرب ریاستوں (سبا، حمیر) کے تعارف، تاریخ اور جغرافیے پر روشنی ڈالیں۔ (20)

تعارف

جزیرہ نمائے عرب کے جنوب — یمن — کو اس کی بارش، وادیوں اور تجارتی راستوں کی وجہ سے قدیم دنیا میں "خوشحال عرب" کہا جاتا تھا۔ یہیں عرب کی سب سے منظم قدیم ریاستیں قائم ہوئیں جن میں سبا اور حمیر سب سے مشہور ہیں۔ یہ ریاستیں محض قبائلی سردارتیں نہیں تھیں؛ ان کے پاس دارالحکومت، ڈیم و آبپاشی کا نظام، تجارتی قافلوں کی تنظیم، سکّے، تحریریں اور دور دراز سے سفارتی و تجارتی تعلقات تھے۔ سیرت کے پس منظر میں ان کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اسلام سے عین پہلے یمن انہی ریاستوں کے زوال، حبشی و فارسی مداخلت اور قبائلی بکھراؤ سے گزر رہا تھا، اور یمنی قبائل وفود کا مدینہ سے تعلق اسی تاریخ کی روشنی میں سمجھ آتا ہے۔

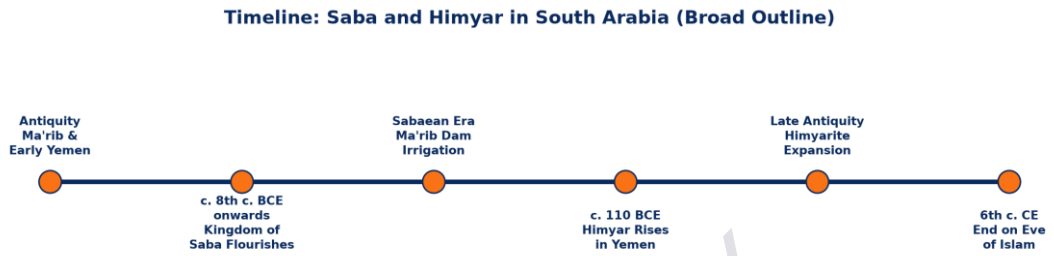

شکل 1: جنوبی عرب میں سبا اور حمیر کا وسیع تاریخی خطِ زمانی (عمومی خاکہ)۔

ریاستِ سبا: تعارف اور جغرافیہ

سبا یمن کی قدیم ترین مشہور ریاستوں میں ہے جس کا مرکز شمالی یمن کی وادیوں میں تھا اور دارالحکومت مأرب تھا۔ اس کا دورِ عروج تقریباً آٹھویں صدی قبل مسیح سے بیان کیا جاتا ہے، البتہ اس کے آغاز کی تاریخوں میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ سبا کی دولت کی بنیاد دو چیزیں تھیں: زراعت اور تجارت۔ زراعت کی بنیاد "سدِ مأرب" یعنی مأرب ڈیم تھا — ایک عظیم الشان بند جس سے وادی کا پانی روک کر دونوں کناروں کے باغات و کھیت سیراب کیے جاتے تھے۔ تجارت کی بنیاد لبان و مُر کی پیداوار اور ہندوستان و مشرقی افریقہ سے آنے والے سامان کی یمن سے شام و مصر کی طرف ترسیل تھی۔ مأرب سے نکلنے والا تجارتی راستہ مکہ و مدینہ کے قریب سے ہو کر غزہ و دمشق تک جاتا تھا — یہی وہ راستہ ہے جس پر بعد میں قریش کے قافلے بھی چلے۔ قرآن مجید میں سبا کا ذکر آیا ہے اور سد کے ٹوٹنے کے بعد پیش آنے والے سیلاب اور باغات کی تباہی کا تذکرہ عبرت کے طور پر موجود ہے (حوالہ: سورہ سبا 34)؛ اس تحریر میں اس کی تفصیل روایتی تفسیری بیان کے درجے میں سمجھی جائے، ہر جزئی واقعے کی حتمی تاریخی ترتیب اہلِ تحقیق کا موضوع ہے۔

سبا کی تاریخ کے نمایاں پہلو

سبا کے ابتدائی حکمران "مکرب" کے لقب سے جانے جاتے تھے، جو دینی و دنیوی اقتدار کا امتزاج ظاہر کرتا ہے؛ بعد میں "ملک" کا لقب رائج ہوا۔ کتبات یعنی پتھروں پر کندہ تحریروں سے سبائی تہذیب کی تحریر، مذہبی عبادت گاہوں — خصوصاً مأرب کے مہرم / اوام مندر — اور آبپاشی نظام کی معلومات ملتی ہیں۔ ملکۂ سبا کا ذکر قرآن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے آیا ہے (حوالہ: سورہ النمل 27) اور وہ روایت سبا کی شہرت کی سب سے معروف کڑی ہے؛ یہاں اسے قرآنی بیان کے طور پر حوالہ دیا جا رہا

ہے، جدید مؤرخین کے دور بندی کے مباحث الگ ہیں۔ سبا کا زوال بتدریج ہوا: تجارتی راستوں کی سمندر کی طرف منتقلی، سد کی مرمت میں کوتاہی و ٹوٹ پھوٹ، اور اندرونی ریاستوں—قتبان، حضرموت، اوسان اور بعد میں حمیر—کے مقابلے نے اسے کمزور کیا، یہاں تک کہ بالآخر حمیر نے پورے یمن پر غلبہ پالیا۔

ریاستِ حمیر: تعارف اور جغرافیہ

حمیر جنوبی یمن کے پہاڑی علاقے کی ریاست تھی جس کا مرکز ظفار تھا اور بعد میں صنعاء کو اہمیت ملی۔ حمیر کا عروج تقریباً دوسری صدی قبل مسیح کے اواخر سے بیان کیا جاتا ہے، اور چند صدیوں میں انہوں نے سبا سمیت تقریباً پورے یمن کو ایک ریاست میں سمیٹ لیا۔ حمیر کے بادشاہ "تبّع" کے لقب سے مشہور ہوئے اور عرب روایت و ضرب الامثال میں "تبابعہ" کا ذکر قوت و سلطنت کی علامت بن گیا۔ جغرافیائی طور پر حمیر کی ریاست یمن کے مرتفعات، ساحلی تہامہ اور حضرموت تک پھیلی؛ اس کی بندرگاہوں سے بحیرہ عرب کی تجارت اور پہاڑی قلعوں سے اندرونی دفاع کا نظام قائم تھا۔ بعد کے دور میں حمیر کے بعض حکمرانوں نے یہودیت قبول کی، جس کے اثرات یمنی معاشرے اور نجران کی مسیحی آبادی سے کشمکش کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

حمیر کی تاریخ: عروج و زوال

حمیر کی تاریخ کے اہم بابوں میں شمالی عرب تک ان کی مہمات کی روایات، یثرب و حجاز پر ان کے اثرات کے قصص، اور مذہبی تبدیلیاں شامل ہیں۔ روایات میں ایک تبّع کے یثرب آنے اور وہاں کے یہودی علماء سے متاثر ہونے کی داستان مشہور ہے۔ آخری مشہور حمیری بادشاہ ذونواس کا دور نجران کے مسیحیوں سے تصادم کی وجہ سے تاریخ میں خاص طور پر ذکر پاتا ہے؛ روایتی بیانات اس واقعے کو اصحابِ الاخدود کے قرآنی تذکرے (حوالہ: سورہ البروج 85) سے جوڑتے ہیں، مگر اس تطبیق میں اہلِ علم کے ہاں مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور حتمی تطبیق کا فیصلہ اس درسی تحریر کا مقصد نہیں۔ اس واقعے کے بعد حبشہ کی مسیحی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا؛ ابرہہ اسی حبشی دور کا مشہور حکمران ہے جس کے یمنی اقتدار کے دور میں مکہ کی طرف لشکر کشی کا واقعہ روایات میں بیان کیا جاتا ہے—عام الفیل کا سال ولادتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے مشہور ہے

(حوالہ: سورہ الفیل 105)۔ حبشی اقتدار کے بعد اہلِ یمن نے فارس سے مدد مانگی اور یوں یمن فارسی اثر میں چلا گیا؛ اسلام کی آمد کے وقت یمن کا گورنر باذان فارسی نظام کا نمائندہ تھا، جس کے قبولِ اسلام کا ذکر سیرت میں آتا ہے۔ اس طرح سباو حمیر کی سرزمین عہدِ نبوی ﷺ میں براہِ راست سامنے آتی ہے۔

جدول 1: سباو حمیر کا تقابلی خلاصہ

پہلو	سبا	حمیر
مرکز / دارالحکومت	مأرب	ظفار، بعد میں صنعاء کو اہمیت
ممایاں بنیاد	سدِ مأرب، آبپاشی، ابن تجارت	یمن کی توحیدِ سلطنت، پہاڑی قلعے و تجارت
حکمرانوں کا لقب	ابتداء مکرب، بعد میں ملک	تبّع (تبابعہ)
زوال / انجام	سد کی تباہی، تجارتی راستوں کی تبدیلی، حمیر کا غلبہ	حبشی فتح، پھر فارسی مداخلت

سیرت کے تناظر میں ان ریاستوں کی اہمیت

سباو حمیر کا مطالعہ تین وجوہ سے سیرت کے لیے ضروری ہے۔ اول، ان کی تجارتی شاہراہ حجاز سے گزرتی تھی؛ مکہ کی تجارت اسی قدیم نیٹ ورک کی وارث تھی۔ دوم، یمنی قبائل — جو قحطانی اصل رکھتے تھے — کی ہجرتیں مدینہ کے اوس و خزرج سمیت پورے عرب میں سیرت کے انسانی پس منظر کا حصہ ہیں۔ سوم، اسلام سے پہلے یمن حبشی و فارسی طاقتوں کی کشمکش کا میدان تھا؛ یمن کے وفود، باذان کا قبولِ اسلام اور نجران کے وفد جیسے واقعات اسی پس منظر میں سمجھ آتے ہیں۔ گویا جنوبی عرب کی یہ قدیم ریاستیں سیرت کی "پہلی منزل" ہیں جن کے بغیر منظر نامہ ادھورا رہتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سباماٴرب وسدِماٴرب اور لبان کی تجارت کی ریاست تھی جس نے صدیوں جنوبی عرب پر اثر رکھا، اور حمیر نے اس کی وراثت کو آگے بڑھا کر تقریباً پورے یمن کو متحد کیا مگر مذہبی کشمکش، حبشی فتح اور فارسی مداخلت کے مراحل سے گزر کر ختم ہو گئی۔ دونوں ریاستوں کا جغرافیہ — یمن کی وادیاں، مرتفعات اور ساحلی بندرگاہیں — ان کی قوت کی بنیاد بھی تھا اور ان کے زوال کی کہانی بھی اسی زمین سے جڑی ہے۔ سیرت کے طالب علم کے لیے یہ مطالعہ دعوت کے یمنی باب کو سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور یہی اس سوال کا مقصود ہے۔

سوال نمبر 5: جزیرہ نمائے عرب میں بت پرستی کا آغاز اور دیگر مذاہب کے پیروکار قبائل (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ جزیرہ نمائے عرب میں بت پرستی کے آغاز اور دیگر مذاہب کے پیروکار قبائل کا تذکرہ کریں۔ (20)

تعارف

اسلام سے پہلے کے عرب کا مذہبی نقشہ یک رنگ نہیں تھا۔ اکثریت بت پرستی میں مبتلا تھی، مگر اس کے ساتھ یہودیت، عیسائیت، حنیفیت، مجوسیت اور صابئیت کے اثرات بھی مختلف علاقوں و قبائل میں موجود تھے۔ یہ تنوع سیرت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے، کیونکہ دعوتِ اسلام اسی مذہبی ماحول میں پیش کی گئی، اسی سے مکالمہ و مقابلہ ہوا، اور مدینہ کے یہودی قبائل و نجران کے عیسائی وفد جیسے واقعات اسی نقشے کی پیداوار ہیں۔ اس سوال میں پہلے بت پرستی کے آغاز کی روایتی تاریخ بیان کی جائے گی، پھر بت پرستی کی صورتوں کا جائزہ لیا جائے گا، اور آخر میں دیگر مذاہب اور ان کے پیروکار قبائل و علاقوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔ بیان سراسر تعلیمی و تاریخی ہے؛ کسی مذہبی مسئلے میں حتمی شرعی رائے دینا اس کا مقصد نہیں۔

بت پرستی سے پہلے کی صورت حال

عرب روایت و سیرت کی کتب کے مطابق جزیرہ نمائے عرب میں توحید کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جڑی ہے: کعبہ کی تعمیر و تجدید، حج کے مناسک اور مکہ کی مذہبی مرکزیت اسی سلسلے کی یادگار سمجھی جاتی ہے (حوالہ: سورہ البقرہ 2 میں بیت اللہ کی بنیادوں کا ذکر)۔ کئی نسلوں تک اہلِ مکہ و حجاز میں اسی توحیدی روایت کی باقیات — حج، قربانی، کعبہ کا احترام — کسی نہ کسی صورت میں قائم رہیں، اگرچہ وقت کے ساتھ ان میں کمی و بیشی اور آمیزش ہوتی گئی۔ یہی وہ پس منظر ہے جسے سیرت نگار "ملتِ ابراہیمی کی بگڑی ہوئی صورت" کے طور پر بیان کرتے ہیں: اصل روایت کا ظاہری رسوم باقی تھیں مگر ان کی روح — خالص توحید — آہستہ آہستہ شرک سے آلودہ ہوتی گئی۔

بت پرستی کا آغاز: روایتی بیان

سیرت و تاریخ کی مشہور روایت کے مطابق عرب میں بت پرستی کے پھیلاؤ کا ایک اہم موڑ عمرو بن لحی الخزاعی کا کردار ہے۔ ابن اسحاق و ابن الکلبی وغیرہ کی روایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو بن لحی شام کے سفر میں وہاں کے لوگوں کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھ کر متاثر ہوا، وہاں سے "ہبل" نامی بت لے کر آیا اور اسے کعبہ کے پاس نصب کر دیا، اور لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف بلایا۔ اسی دور میں قبائل نے اپنے اپنے خاص بت اختیار کرنے شروع کیے جن میں اللات (طائف، ثقیف)، العزیٰ (نخلہ، قریش و کنانہ وغیرہ کی عقیدت کا مرکز) اور منات (قدید کے پاس، اوس و خزرج وغیرہ) سب سے مشہور ہوئے — قرآن مجید میں ان تینوں کا نام لے کر ان کی حقیقت پر سوال اٹھایا گیا ہے (حوالہ: سورہ النجم 53)۔ اس کے علاوہ ہر قبیلے اور بعض اوقات ہر گھر کا اپنا بت یا مورتی ہوتی تھی؛ سفر پر نکلتے ہوئے بت چھو کر برکت لینا اور واپسی پر بھی ایسا کرنا روایات میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ تفصیل یہاں "روایتی تاریخی بیان" کے طور پر درج ہے؛ اس کی ہر جزئیات کی سند و تطبیق اہلِ تحقیق و محدثین کے مباحث سے تعلق رکھتی ہے۔

بت پرستی کی صورتیں اور متعلقہ عقائد

عرب بت پرستی محض پتھر کی مورتی پوجنے تک محدود نہ تھی۔ اس میں کعبہ کے گرد رکھے بت، قبائلی دیوی دیوتا، انصاب (نصب شدہ پتھر جن پر قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں)، فال گیری کے تیر (ازلام) جن سے فیصلے لیے جاتے تھے، کاہنوں سے غیب کی خبریں لینا، ستاروں و مظاہرِ فطرت سے متعلق عقائد، اور مردوں و بزرگوں کی مورتیوں کی تعظیم شامل تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اکثر مشرکین اللہ کو خالق و رازق مانتے تھے مگر بتوں کو اللہ تک رسائی کا وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے — قرآن نے اسی ذہنیت کو نقل کر کے اس پر گفتگو کی ہے (حوالہ: سورہ الزمر 39 میں اس دعوے کا ذکر)۔ اس لیے دعوتِ اسلام کا اصل زور اسی نکتے پر تھا کہ عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ خانہ کعبہ کے طواف، حج اور قربانی جیسی رسوم کی موجودگی کے باوجود ان میں شرکیہ آمیزش نے ان کی صورت بدل دی تھی؛ اسلام نے ان عبادات کو ان کی اصل توحیدی روح کی طرف لوٹایا، یہ نکتہ سیرت کے مطالعے میں کلیدی ہے۔

جدول 1: قبل اسلام عرب کے مذاہب / رجحانات اور ان کے مراکز

مذہب / رجحان	اہم مراکز و قبائل	نوٹ
بت پرستی (اکثریت)	مکہ و حجاز و اکثر قبائل؛ اللات: ثقیف / طائف، العزیٰ: نخلہ، منات: قدید	قبائلی و گھریلو بت بھی عام
یہودیت	یثرب کے قبائل (بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ)، خیبر، تیماء، یمن کے بعض حمیر	مدینہ کے سیاسی و مذہبی منظر کا اہم جزو
عیسائیت	نجران، یمن (حبشی اثر)، غسان (شام سرحد)، لخم / حیرہ (عراق سرحد)، بعض افراد مکہ میں	نجران کا وفد سیرت کا مشہور باب

توحید کی تلاش میں بت پرستی سے بیزار افراد	مکہ وغیرہ کے چند افراد (روایات میں ورقہ بن نوفل وغیرہ)	حنیفیت
فارسی اثر ورسوخ کے ساتھ	مشرقی عرب (بحرین وعمان کا فارسی اثر)، بعض سرحدی علاقے	مجوسیت / صابئیت

دیگر مذاہب: یہودیت اور اس کے قبائل

یہودیت جزیرے کے کئی خطوں میں موجود تھی۔ سب سے اہم مرکز یثرب (مدینہ) تھا جہاں تین یہودی قبائل — بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ — قلعوں، کھجور کے باغات اور ہتھیار سازی و تجارت کے ساتھ آباد تھے۔ ان کے علاوہ خیبر، فدک، تیماء اور وادی القریٰ میں بھی یہودی آبادیاں تھیں۔ یمن میں حمیر کے بعض بادشاہوں اور قبائل نے یہودیت اختیار کی تھی۔ اوس و خزرج کے ساتھ ان قبائل کے حلیفانہ تعلقات مدینہ کی سیاست کا مرکزی عنصر تھے، اور ہجرت کے بعد میثاقِ مدینہ، معاہدوں اور بعد کے تنازعات کا پس منظر یہی مذہبی و قبائلی نقشہ ہے۔ یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ بیان تاریخی و تعلیمی ہے؛ ان واقعات سے متعلق شرعی و قانونی پہلوؤں کی حتمی تطبیق اہلِ علم کا دائرہ ہے۔

عیسائیت، حنیفیت، مجوسیت و دیگر رجحانات

عیسائیت کا سب سے مشہور عرب مرکز جنوبی یمن کا نجران تھا، جہاں سے مباہلے کے لیے وفد مدینہ آیا — یہ سیرت کا معروف واقعہ ہے (حوالہ: سورہ آلِ عمران 3 میں اس وفد کی آمد کا پس منظر)۔ شمالی سرحد پر غسانی عرب روم کے اثر میں عیسائی تھے، عراقی سرحد پر حیرہ کے لخمیوں میں بھی عیسائیت پھیلی، اور حبشی اقتدار کے دوران یمن میں بھی اس کا اثر رہا۔ مکہ میں بھی چند افراد کا عیسائی علم سے واقفیت کا تذکرہ آتا ہے، جن میں ورقہ بن نوفل کا نام روایات میں نمایاں ہے۔ حنیفیت ان چند افراد کا رجحان تھا جو بت پرستی سے بیزار ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحیدی روایت کی تلاش میں تھے؛ زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کے نام اس سلسلے میں لیے جاتے ہیں۔ مشرقی عرب میں فارسی اثر کی وجہ

سے مجوسیت (آتش پرستی) کے اثرات بحرین و ہجر کے علاقوں میں ملتے تھے، اور کہیں کہیں صابئین (ستارہ و فرشتہ پرستی سے متعلق گروہ) کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ تنوع بتاتا ہے کہ دعوتِ اسلام ایک مذہبی طور پر خالی میدان میں نہیں آئی تھی بلکہ اس نے موجود تمام رجحانات سے مکالمہ کیا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں بت پرستی بتدریج پھیلی — روایتی بیان میں عمرو بن لحی اور ہبل کی آمد اس کا مشہور موڑ ہے — اور اللات، العزیٰ و منات سمیت سینکڑوں بتوں کی صورت میں یہ اکثریت کا مذہب بن گئی، جبکہ یہودیت مدینہ و خیبر و یمن میں، عیسائیت نجران و سرحدی علاقوں میں، حنیفیت چند افراد میں اور مجوسیت مشرقی ساحل پر موجود تھی۔ اسی رنگارنگ مذہبی جغرافیے میں سیرت کے واقعات — میثاقِ مدینہ سے نجران کے وفد تک — پیش آئے۔ اس نقشے کو ذہن میں رکھنا مطالعۂ سیرت کی شرط ہے، اور یہی اس سوال کا حاصل ہے۔ مذہبی امور میں قطعی رائے اور تطبیق کا اختیار مستند اہلِ علم کا ہے؛ اس گائیڈ کا کردار صرف تاریخی معلومات کی منظم پیش کش ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com